Majlis Ansarullah Canada

We are the helpers of Allah

نحنُ انصِاراللّٰه

اليس الله بكاف عبده

اگست 2025ء، صفر 1447ھ، ظہور 1404ہش

www.nahnuansarullah.ca

نگران
عبدالحمید وڑائچ صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ
سہیل احمد ثاقب نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مینیجر
محمد موسیٰ قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیران
غلام مصباح بلوچ نائب صدر صفِ دوم مجلس انصار اللہ کینیڈا
ڈاکٹر حمید احمد مرزا۔ معتز القزق

معاونین،
کاشف بن ارشد نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا ، مسعود احمد نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا
نثار اے شمس ڈاکٹر محی الدین مرزا، ظفر ندیم، منصور چغتائی

خصوصی دعاؤں کی تحریک

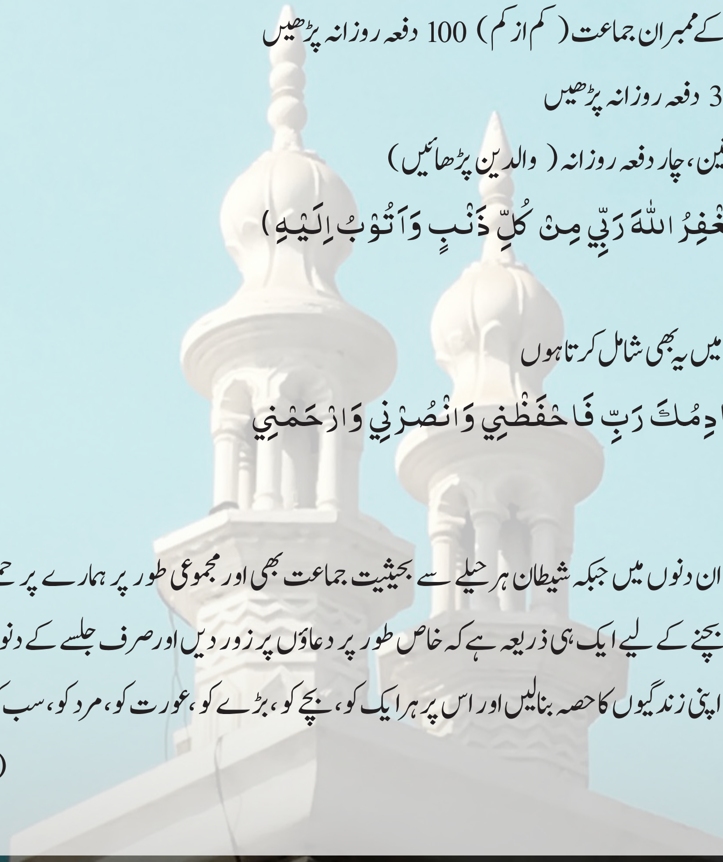

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ایک رؤیا کی روشنی میں احباب جماعت کو خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: اگر احباب جماعت مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد کریں گے تو ایک محفوظ قلعے میں محفوظ ہو جائیں گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہو سکتا۔ اس قلعے کی دیواریں لوہے کی ہیں اور آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

نمبر 1: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

ہر بڑا فرد جماعت 200 دفعہ روزانہ پڑھے

15 سے 25 سال کے ممبران جماعت (کم از کم) 100 دفعہ روزانہ پڑھیں

بچے (کم از کم) 33 دفعہ روزانہ پڑھیں

چھوٹی عمر کے بچے تین، چار دفعہ روزانہ (والدین پڑھائیں)

نمبر 2: استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ)

100 دفعہ روزانہ

حضور انور نے فرمایا: اسی طرح میں یہ بھی شامل کرتا ہوں

نمبر 3: رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي

100 دفعہ روزانہ

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا: ان دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر ہمارے پر حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے، عمومی طور پر دنیا میں بھی اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پر زور دیں اور صرف جلسے کے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ درود شریف اور ذکر الہی، یہ ورد اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں اور اس پر ہر ایک کو، بچے کو، بڑے کو، عورت کو، مرد کو، سب کو توجہ دینی چاہیے۔

(خطبہ جمعہ 23 اگست 2024)

بین الاقوامی اشاعت حوالہ نمبر ISSN 2560-886X (Print) ISSN 2560-8878 (Online)
رابطہ : editor@ansar.ca / ishaat@ansar.ca / Tel: 905-417-1800

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

قال اللہ عزّ وجل 1

قال الرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم 2

کلام المہدی علیہ السلام 3

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام 4

کلام الامام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5

"بعض افراد کے متعلق کوئی خبر بلا تحقیق مشہور کر دینا جائز نہیں، ایسے امور میں احتیاط لازم ہے۔" 6

محترم الحاج خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد فضل لندن (غلام مصباح بلوچ) 7

موسم خزاں 12

ذیابیطس سے بچاؤ کا آسان حل: ہر آدھے گھنٹے میں تین منٹ کی چہل قدمی (بشکریہ بی بی سی اردو 13

اجتماعات میں تعلیمی مقابلہ جات کی تیاری کے لئے چند رہنما اصول (مرسلہ: خالد محمود شرما۔ قائد تعلیم مجلس انصار اللہ کینیڈا) 14

زاویۃ العرب 18

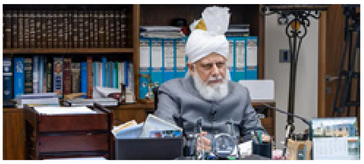

قال اللہ عزّ وجل

Photo by AmirHadi Manavi on Unsplash.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ
اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (۲۸) وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ
الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ (۲۹) اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ (۳۰) لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (۳۱) (سورۃ فاطر:28تا31)

ترجمہ: کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے بادل سے پانی اتارا ہے پھر ہم نے اس سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کیے ہیں اور پہاڑوں میں سے مختلف رنگوں کے پہاڑ ہوتے ہیں (جو ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں) بعض سفید بعض سرخ مختلف رنگوں کے اور کالے سیاہ بھی۔ اور لوگوں اور چارپایوں اور جانوروں میں سے بھی بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا رنگ دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ حقیقت اسی طرح ہے (اور) اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اس سے ڈرتے ہیں۔ اللہ بڑا غالب (اور) بہت بخشنے والا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور نماز (باجماعت) ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ بھی اور ظاہر بھی خرچ کرتے ہیں وہی درحقیقت ایسی تجارت کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کے پورے پورے اجر دے گا اور ان کو (ان کے اعمال کے اجر کے علاوہ) اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا (جس کی وجہ سے ان کی حالت اس دنیا سے ہزاروں گنے بہتر ہوگی) اس لئے کہ وہ (خدا) بہت بخشنے والا (اور) بہت قدر کرنے والا ہے۔

تفسیر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”قرآن شریف میں تو علماء کی یہ صفت بیان کی گئی ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں۔ جو علماء ہیں اب یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ جن لوگوں میں یہ صفات خوف وخشیت اور تقوی اللہ کی نہ پائی جاویں وہ ہرگز ہرگز اس خطاب سے پکارے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اصل میں علماء عالم کی جمع ہے اور (علم۔ ناقل) اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو اور سچا علم قرآن کریم سے ملتا ہے یہ نہ یونانیوں کے فلسفہ سے ملتا ہے نہ حال کے انگلستانی فلسفہ سے بلکہ یہ سچا ایمانی فلسفہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور مومن کا معراج اور کمال یہی ہے کہ وہ علماء کے درجہ پر پہنچے اور وہ حق الیقین کا مقام اسے حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے لیکن جو شخص علوم حقہ سے بہرہ ور نہیں ہیں اور معرفت اور بصیرت کی راہیں ان پر کھلی ہوئی نہیں ہیں وہ خود عالم کہلائیں مگر علم کی خوبیوں اور صفات سے بالکل بے بہرہ ہیں اور وہ روشنی اور نور جو حقیقی علم سے ملتا ہے ان میں پایا نہیں جاتا بلکہ ایسے لوگ سراسر خسارہ اور نقصان میں ہیں۔ یہ اپنی آخرت دخان اور تاریکی سے بھر لیتے ہیں ....جن لوگوں کو سچی معرفت اور بصیرت دی جاتی ہے اور وہ علم جس کا نتیجہ خشیت اللہ ہے عطا کیا جاتا ہے وہ وہ ہیں جن کو..... حدیث میں انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔“

(الحکم جلد 9 نمبر 10 مورخہ 24 مارچ 1905 صفحہ 5) (تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد 6 صفحہ 424)

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

Photo by Alim on Unsplash.com

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ ـ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ’’اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوهُ اَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. فَاِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ‘‘.

(بخاری کتاب الادب باب نمبر (126) باب اِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی جو یہ سُن رہا ہے وہ اس کے جواب میں کہے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ جب وہ چھینک مارنے والا یہ جواب سنے تو کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حالات اچھے کر دے۔

تشریح: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’انسان کے ناک کے پچھلے حصہ کا دماغ کے ساتھ نہایت قریبی تعلق ہے۔ یہ تعلق ایک نہایت باریک سوراخوں والی پلیٹ (Plate) کے ذریعہ ہے جس کو Cribriform Plate کہتے ہیں، یہ پلیٹ (Plate) باہر کے ماحول (یعنی ناک) اور دماغ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے ذریعے ناک کے بالوں پر موجود قوت شامہ receptors، Olfactory nerve fibres بناتے ہیں اور یہ برقی تاروں کے ذریعے Cribriform plate سے ہوتے ہوئے دماغ میں داخل ہوتے ہیں۔ جب بھی کوئی ذرات، جراثیم، irritants، تیز گرم یا سرد ہوا، تیز روشنی یا تیز smell ناک کے ذریعے ہمارے جسم میں داخل ہوتی ہے یا دماغ کی طرف رخ کرتی ہے تو ناک کے special receptors اور پلیٹ فوری طور پر دماغ میں signal بھیجتے ہیں اور آناً فاناً چھینکنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اور ان سب ذرات وغیرہ کا فوری انخلاء ہوتا ہے۔ اور کسی قسم کا مضر ذرہ یا جراثیم دماغ یا جسم میں داخل نہیں ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ حیرت انگیز نظام انسان کی حفاظت کرتا ہے ورنہ انسان کئی جان لیوا دماغی و جسمانی امراض میں مبتلا ہوسکتا ہے۔‘‘

(صحیح بخاری جلد 14 صفحہ 644، 645)

کلام المہدی علیہ السلام

Picture Source: https://www.facebook.com/Qadian

”تقویٰ اور خدا ترسی علم سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ یعنی اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم خشیت اللہ کو پیدا کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے علم کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے کہ جو شخص پورے طور پر عالم ہوگا اس میں ضرور خشیت اللہ پیدا ہوگی۔ علم سے مراد میری دانست میں علم القرآن ہے اس سے فلسفہ، سائنس یا اور علومِ مروّجہ مراد نہیں کیونکہ اُن کے حصول کے لئے تقویٰ اور نیکی کی شرط نہیں بلکہ جیسے ایک فاسق فاجر ان کو سیکھ سکتا ہے ویسے ہی ایک دیندار بھی۔ لیکن علم القرآن بجز تقویٰ اور دینداری کے کسی دوسرے کو دیا ہی نہیں جاتا۔ پس اِس جگہ علم سے مراد علم القرآن ہی ہے جس سے تقویٰ اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 599)

فارسی منظوم کلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

Picture Source: https://365thingsinhouston.com/

بے ثباتی دنیا

عیش دنیائے دُون دمے چندست
آخرش کار با خداوندست
اس ذلیل دنیا کا عیش چند روزہ ہے بالآخر خدا تعالیٰ سے ہی کام پڑتا ہے

ایں سرائے زوال و موت و فناست
ہر کہ بنشست اندرین برخاست
یہ دنیا زوال موت اور فنا کی سرائے ہے جو بھی یہاں رہا وہ آخر رخصت ہوا

یک دمے رو بسوئے گورستان
و ازخموشان آن به پرس نشان
تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا اور وہاں کے مردوں سے حال پوچھ

کہ مآل حیات دنیا چیست
ہر کہ پیدا شدست تا کے زیست
کہ دنیاوی زندگی کا انجام کیا ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ کب تک جیا ہے

ترک کن کین و کبر و ناز و دلال
تا نہ کارت کشد بسوئے ضلال
کینہ، تکبر، فخر اور ناز چھوڑ دے تا کہ تیرا خاتمہ گمراہی پر نہ ہو

چون ازین کارگہ بہ بندی بار
باز نائی دریں بلاد و دیار
جب تو اس دنیا سے اپنا سامان باندھ لے گا تو پھر ان شہروں اور ملکوں میں واپس نہیں آئے گا

اے زدین بے خبر بخور غم دین
کہ نجاتت معلق ست بدین
اے دین سے بے خبر! دین کا غم کھا کیونکہ تیری نجات دین سے ہی وابستہ ہے

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 124)

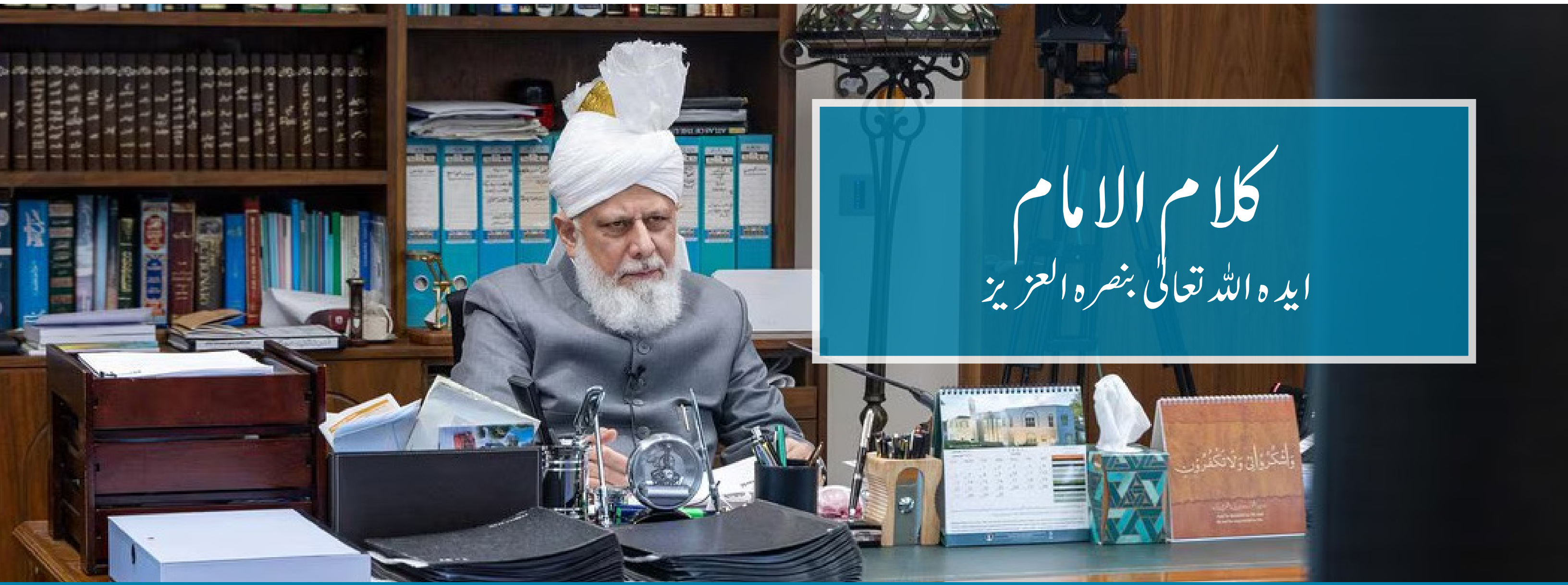

کلام الامام

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

Picture Source: https://www.pressahmadiyya.com/

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہمارے لئے تو صحابہؓ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم میں سے بھی ہر ایک، ایک نمونہ ہے۔ فرائض کی بجا آوری کرنے والے اور نوافل کی ادائیگی میں ایک دوسرے سے بڑھنے والے تھے۔ خود زندہ ہوئے تو دوسروں کو زندگی بخشنے کا ذریعہ بھی بن گئے۔ دشمنوں نے جب ان کے خلاف اکٹھے ہو کر تلوار اٹھائی اور خوفزدہ کر کے دین سے پھیرنے کی کوشش کی تو ان کے ایمانوں میں مزید جِلاء پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات پر فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا کی سند عطا فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہر انسان کے دل کا حال جانتا ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، اس نے ان کے دل کی کیفیت کو ہمیشہ کے لئے تا قیامت آنے والے مومنین کے لئے ایمان و ایقان اور محبت و وفا کی مثال بنا دیا..... اور یہ سند انہیں اس ایمانی حالت کی وجہ سے عطا ہوئی جو انہوں نے دشمن کے تمام تر جتھوں، طاقتوں اور حکومتوں کے سامنے سینہ تان کر یہ اعلان کیا تھا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا وہ کارساز ہے۔ یعنی دشمن کے ہر شر کے خلاف جو دشمن ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے کرتا ہے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر اور شکر سے دشمن کے ظلم سہنے پر جزا دینے کے لحاظ سے ہمیں کافی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ دشمن کے خلاف ہماری مدد کرنے کے لئے بھی ہمارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور جب خدا تعالیٰ دین کی خاطر ان ظلموں سے گزرنے پر بھی ہماری جزا بن جائے تو اس سے اچھا کیا سودا ہے؟ اور ہم اللہ تعالیٰ کو حَسِيْب اس لئے بناتے ہیں کہ وہ تمام قدرتوں کا مالک خدا ہمارا وکیل ہے۔ وکیل کہتے ہیں اس کو جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے جس کے سپرد عاجز آدمی اپنے تمام کام کر دے۔ پس خدا تعالیٰ سے زیادہ اور کون سی ذات ہے جس پر بھروسہ کیا جائے۔ جو اپنے عاجز بندوں کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اور ان کی مدد کے لئے آنے کے وعدے بھی کرتا ہے۔ اور اپنے پر توکل کرنے والوں کو پسند بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (سورۃ آل عمران آیت 160) یقیناً اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس پر کامل توکل رکھتے ہیں۔ ہر معاملے میں ان کا مکمل بھروسہ خدا تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے اور ہر موقع پر تنگی اور آسائش میں وہ اسی کی طرف جھکتے ہیں۔ اس کے ذکر سے ہر لحہ اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں جو سب محبوبوں سے زیادہ پیارا ہے۔ جب اسے محبوب بناتے ہیں تو وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ پس جب صحابہؓ نے آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی کامل پیروی کرتے ہوئے آپؐ کے اُسوہ پر چلتے ہوئے خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کی کوشش کی، اس کی پناہ میں آنے کی کوشش کی، تو یہ تمام صحابہؓ بھی ہمارے لئے قابلِ تقلید نمونے اور روشن ستارے بن گئے۔ اور پھر اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے عاشقِ صادق کو مبعوث فرمایا تو اس کامل پیروی اور اطاعت کی وجہ سے آپؑ بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بن گئے۔ ابتلاؤں اور امتحانوں سے خدا تعالیٰ آپ کو نکالتا چلا گیا آپ نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار جماعت پیدا کی، خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر قربانیاں کرنے والے پاک وجود پیدا کئے، عبادتوں اور قربانیوں میں آگے بڑھنے والے مخلصین پیدا کئے۔ آج بھی ان عبادتوں اور قربانیاں کرنے والوں میں ہمیں قرونِ اولیٰ کے قربانیاں کرنے والوں کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ یہ جرأت اور یہ بہادری اور یہ قربانی کے معیار اور عبادتوں کے شوق صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی مل سکتے ہیں.....

ہمارے پاس دشمن کے مقابلے کی کوئی دنیاوی طاقت اور سامان نہیں ہے۔ مخالفین کو اپنی دولت پر مان ہے، ان کو اپنے جتھوں پر مان ہے، ان کو اپنے ہتھیاروں پر مان ہے، ان کو اپنے ظالمانہ قوانین کی پشت پناہی پر مان ہے، لیکن ہمارا تو سب انحصار اور مان ہمارے پیارے خدا پر ہے اور ہونا چاہئے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔ یہی ہمارا نعرہ ہے اور یہی ہمارا امان ہے۔
ہمارے سامنے تو یہی اسوہ ہے کہ ؎ عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں“

(ماخوذ از افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ یو کے 2010ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 31 مئی تا 6 جون 2013)

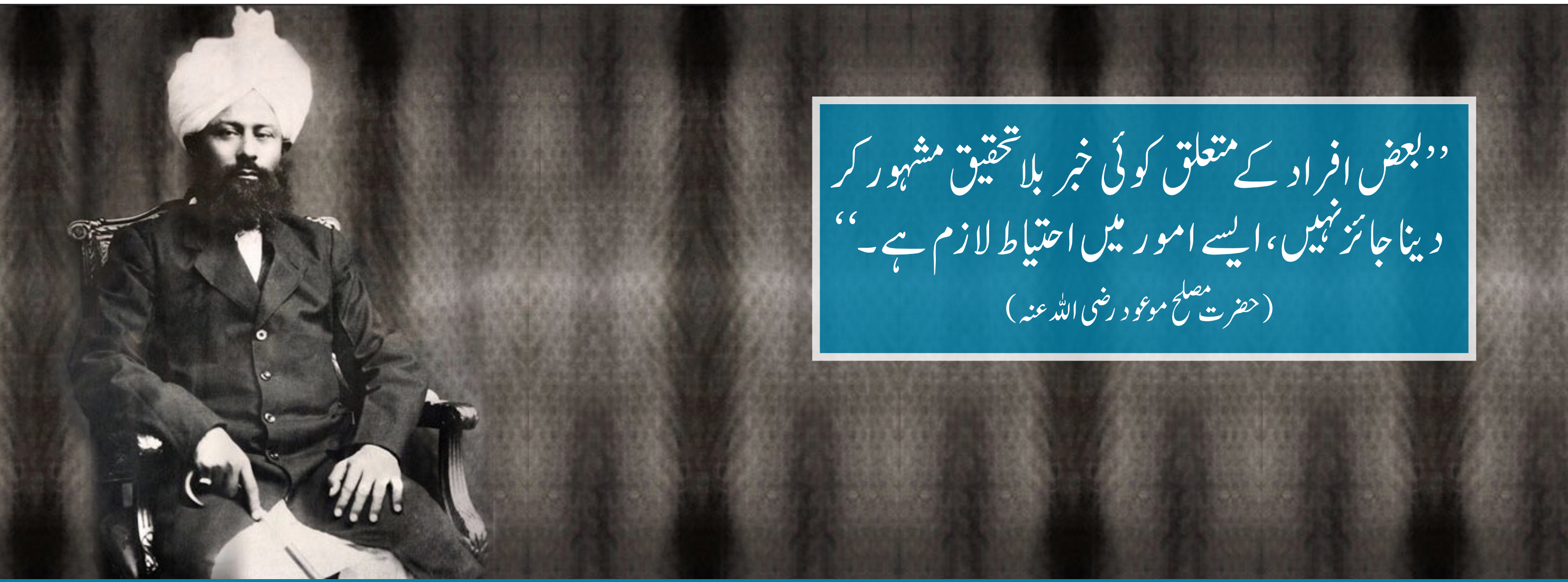

”بعض افراد کے متعلق کوئی خبر بلا تحقیق مشہور کر دینا جائز نہیں، ایسے امور میں احتیاط لازم ہے۔“

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

Picture Source: https://www.pressahmadiyya.com/

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”مَیں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ کسی شخص کا نام لے کر اُس کی طرف کسی بات کو منسوب کر دینا شرعًا ناجائز ہے جب تک پوری طرح اس کی تحقیقات نہ ہو جائے۔ ایک واعظانہ رنگ ہوتا ہے جس میں واعظ اپنی تقریر کے دوران کسی کا نام لیے بغیر ایک مثال دے دیتا ہے لیکن اس طرح مثال کے طور پر کوئی بات بیان کر دینا کسی کے لیے بطور حجت نہیں ہو سکتا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام بھی بعض اوقات کر لیتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی تو عادت میں یہ بات تھی وہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی ایسی مثال ضرور دے دیتے۔ لوگ اُن سے لڑتے کہ آپ نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے مگر آپ فرماتے میں نے تمہارا نام نہیں لیا۔ تو واعظ اگر کوئی ایسی بات کہہ جائے جس میں کسی کا نام نہ لے اور دانستہ اس کا نام ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ دانستہ میں نے اس لیے کہا کہ میں خود بھی اپنے ایک بیان میں ایسی غلطی کر چکا ہوں اور اگرچہ میں نے کسی کا نام تو نہیں لیا تھا لیکن ایسے الفاظ میرے منہ سے نکل گئے جن سے بعض لوگ پہچانے گئے ہوں گے کہ یہ کس کا ذکر ہے۔ واعظانہ رنگ یہ ہے کہ مثال پیش ہو لیکن وہ آدمی بدنام نہ ہو۔ تو جب واعظانہ رنگ ہو اور واعظ کی نیت کسی شخص کی مذمت نہ ہو بلکہ اس کے کسی فعل کی مذمّت ہو تو پھر تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایسی مثال کی بنا پر کسی شخص پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا اور نہ اُسے کوئی سزا دی جا سکتی ہے اس لیے امام یا واعظ کبھی ایسے رنگ میں بات کر دیتا ہے کہ یہ پتہ تو کسی کو نہ لگ سکے کہ کس نے یہ قصور کیا لیکن لوگ اس سے سبق حاصل کر سکیں لیکن اگر نام لے لیا جائے یا ایسا اشارہ کر دیا جائے جس سے وہ ظاہر ہو جائے تو یہ ناجائز ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے **كَفٰي بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ**۔ اس لیے کسی کے متعلق یا بعض افراد کے متعلق کوئی خبر بلا تحقیق مشہور کر دینا جائز نہیں، ایسے امور میں احتیاط لازم ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے اسے کذب قرار دیا ہے خواہ ایسا دانستہ نہ بھی کیا جائے۔ بعض لوگ عادتًا ایسا کر لیتے ہیں اس لیے میں انہیں روکتا ہوں کہ ایسا نہ کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ جو بُری باتیں عادتًا پیدا ہو جائیں ان میں اصلاح کریں۔ اگر نادانستہ ایسی بات ہو جائے تو بھی دل میں ندامت محسوس کریں..... لیکن اگر کوئی دانستہ ایسا کرے اور ایسے طریق پر کسی بات کو پیش کرے کہ دوسرے معلوم کر لیں تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شریعت کی گرفت کے نیچے ہے۔ کوئی کہے عادتًا ایسا ہو جانے کو رسول کریم ﷺ نے کہاں منع فرمایا ہے تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ **بِكُلِّ مَا سَمِعَ** کے معنے عادت کے ہی ہیں۔ پس اگر رسول کریم ﷺ کے احکام کی عزت آپ کے دل میں ہے تو جسے رسول کریم ﷺ نے جھوٹ فرمایا ہے اُسے آپ بھی جھوٹ سمجھیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/ فروری 1930ء مطبوعہ الفضل 18/ فروری 1930ء صفحہ 7)

(مرسلہ قیادت تربیت مجلس انصار اللہ کینیڈا)

محترم الحاج خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد فضل لندن

(غلام مصباح بلوچ)

Picture Source:https://history.ahmadiyya.uk/Missionary/hadhrat-farzand-ali-khan-sahibra/

حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب 20/اکتوبر 1876 ء کو موضع ”صریح“ تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حضرت حکیم میاں عمر الدین صاحبؓ (وفات: 6/اپریل 1929ء) اور والدہ کا نام محترمہ جعفرہ بیگم صاحبہ (وفات: 23/اکتوبر 1928ء) تھا۔ آپ نے انٹرینس پاس کر کے انسپکٹر جنرل آف آرڈیننس کے مرکزی دفتر میں ملازمت اختیار کی اور فروری 1907ء میں ہیڈ کلرک ہوگئے، اپنی اس ملازمت کے سلسلے میں کلکتہ، شملہ، فیروزپور اور راولپنڈی میں تعینات رہے۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم میں بھی اچھی واقفیت بلکہ دسترس رکھتے تھے، آپ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے میری چھ سال کی عمر سے ہی مجھے نماز کا سبق سکھانا شروع کر دیا اور نمازوں کے پڑھنے کی تاکید بھی فرماتے تھے چنانچہ ”اس ابتدائی تربیت کا اثر میری بعد کی زندگی میں رہا۔“ آپ اپنے اندر انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے اور خاص طور پر ملت اسلامیہ کی خدمت میں سرشار تھے۔ اپنی ملازمت میں ہر جگہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلانے میں مصروف عمل رہے۔ راولپنڈی میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے لیے چندہ کی فراہمی میں بھی شاندار خدمت کی۔ آپ کی اچھی کارکردگی کی بنا پر آپ کو ”خان صاحب“ کا خطاب بھی ملا۔

آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے ماموں حضرت منشی برکت علی صاحب شملویؓ (وفات:7/اگست1958 ء) نے قبول احمدیت کی توفیق پائی پھر ان کی تبلیغ سے آپ کے والد حضرت حکیم عمر الدین صاحبؓ اور آپ کے بیٹے حضرت ڈاکٹر بدر الدین صاحبؓ نے بھی بیعت کر لی تھی اور صحابی حضرت مسیح موعودؑ ہونے کا شرف پایا لیکن آپ خود حضرت اقدسؑ کی زندگی میں بیعت کرنے سے محروم رہے۔ بیعت نہ کرنے کے باوجود بھی آپ نے کبھی احمدیہ مخالف روش میں حصہ نہ لیا۔ دسمبر 1908 ء میں پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی تقریر سے بہت متأثر ہوئے اور واپس فیروزپور جاکر مسلمانوں کی مشترکہ فلاح و بہبود کے لیے کام شروع کر دیا۔ مئی 1909ء میں فیروزپور میں ہونے والے انجمن احمدیہ کے جلسے میں بھرپور تعاون کیا اور اس جلسے میں ایک لیکچر تعلیم و تجارت کے مضمون پر دیا۔ ایڈیٹر اخبار الحکم اس جلسے کی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

”منشی فرزند علی صاحب ہر چند اس سلسلہ میں داخل نہیں مگر اسلامی کاموں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ انہیں دلچسپی ہے اور انہوں نے اس جلسہ میں جس ہمدردی کے ساتھ حصہ لیا ہے اس سے ان کی بے لوث اور کارکن طبیعت کا پتہ لگتا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس فعل پر بیش از بیش اخلاص عطا فرماوے۔“ (الحکم 8/جون 1909ء صفحہ 3) اس جلسے میں شمولیت کی وجہ سے مولویوں نے آپ کے خلاف کفر کا فوری فتویٰ بھی جاری کیا لیکن آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے جلسہ میں شامل بھی ہوئے اور ایک شام باہر سے آنے والے مہمانوں جن میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ بھی شامل تھے، دعوت بھی کی۔ اس جلسے کے دو ماہ بعد انجمن احمدیہ فیروزپور نے مورخہ 31 / جولائی اور یکم اگست کو پھر جلسہ سیرۃ النبی ﷺ کا انتظام کیا،

اس جلسے میں صدارت کے فرائض آپ نے سرانجام دیے، جلسے کے اختتام پر آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں اس امر کا اعلان کر دیا کہ ”میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود و مہدی معہود جان کر جماعت احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں“ (بدر 12/اگست 1909ء صفحہ 2) آپ فیروزپور میں انجمن اسلامیہ کے سیکرٹری تھے، آپ کے قبول احمدیت پر شہر میں ایک شور پڑ گیا۔ اسی سال کچھ عرصہ بعد وہاں کے سیکرٹری انجمن احمدیہ مکرم منشی جعفر علی خان صاحب اپنی ملازمت کے سلسلے میں فیروزپور سے تبدیل ہو کر لدھیانہ چلے گئے اور ان کی جگہ آپ کو سیکرٹری انجمن احمدیہ مقرر کیا گیا۔ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ابھی آپ کو چند ماہ ہی ہوئے تھے، آپ کی ہمت اور کوشش کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سیکرٹری بنتے ہی آپ کے ذریعہ فیروزپور میں جماعت احمدیہ کے لیے ایک مسجد کا انتظام کر دیا۔ یہ مسجد ایک غیر احمدی دوست مکرم منشی کرم الٰہی صاحب میونسپل کمشنر فیروزپور کے والد صاحب نے بنوائی تھی جو کہ ایک عرصہ سے غیر آباد اور ویران پڑی تھی، آپ نے منشی صاحب کے نام ایک چٹھی میں لکھا: ”.... آپ کے والد مرحوم کی مسجد کی غیر آباد حالت دیکھ کر مجھے آپ کی خدمت میں اس درخواست کے پیش کرنے کی جرأت ہوتی ہے کہ آپ فیروزپور کی جماعت احمدیہ کو اس مسجد کے آباد کرنے کی اجازت فرماویں.... ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان خواہ کتنا ہی اختلاف ہو مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم سب ایک خدا اور ایک رسول، ایک کتاب اور مشترکہ اوامر و نواہی کے ماننے والے ہیں اور ہمارا اور آپ کا طریق عبادت ایک ہے ....“ اس چٹھی کے جواب میں محترم منشی صاحب نے تحریری اجازت دے دی کہ ”.... یہ مسجد میرے والد بزرگوار کی تعمیر کی ہوئی ہے .... میں بڑی خوشی سے آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اور آپ کے ہم خیال اس میں نماز پڑھیں اور اس کو آباد کریں....“ (الحکم 41/نومبر 1909ء صفحہ 41) اجازت ملنے پر آپ نے فیروزپور جماعت کے ساتھ مل کر اس مسجد کی مرمت اور آبادی میں بھرپور کوشش کی اور احمدی احباب نے اس مسجد کو آباد کرنے میں اس ذوق و شوق سے حصہ لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ مسجد شہر کی دیگر تمام مساجد سے بفضل تعالیٰ زیادہ آباد اور پُر رونق ہوگئی۔ (الفضل 10/اپریل 1917ء صفحہ 8) الفضل کے اسی پرچے میں آپ کی طرف سے انجمن احمدیہ فیروزپور کی سالانہ رپورٹ شائع ہوئی ہے جو آپ کے حسن انتظام اور قائدانہ صلاحیتوں کی عکاس ہے۔

احمدیت قبول کرتے ہی آپ نے تبلیغ احمدیت میں بھی سرگرمی دکھائی اور اپنے ایک ساتھی محترم مولوی مسیح الدین صاحب ساکن کوٹھہ شریف تحصیل صوابی سمیت چند دیگر افراد کی بھی بیعت کرائی۔ (بدر 24/نومبر 1910ء صفحہ 9)

ابھی آپ کی قبول احمدیت کو سال بھی نہ گزرا تھا کہ سلسلہ احمدیہ کے اشد مخالف مولوی میر محمد ابراہیم سیالکوٹی نے مئی 1910ء میں انجمن اہل سنت و الجماعت فیروزپور کی طرف سے منعقد کردہ ایک جلسہ میں حیات مسیح ناصریؑ پر تقریر کی۔ اس جلسہ میں آپ بھی شامل تھے اور مولوی صاحب سے دیرینہ تعارف ہونے کی وجہ سے مولوی صاحب نے اکثر خطاب آپ کی طرف ہی رکھا۔ آپ نے بغور تقریر کو سنا اور جلسہ ختم ہونے پر آپ نے مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دینے کی غرض سے فوراً ایک جلسہ کی تجویز کی اور بسرعت مجوزہ جلسہ کا اشتہار چھپوا دیا مگر مولوی ابراہیم سیالکوٹی اس جلسے کے اعلان کے باوجود نہ ٹھہرے اور چلے گئے چنانچہ آپ نے ان جوابات کو کتابی شکل میں شائع کرا دیا اور یہ 15 صفحاتی کتابچہ ”فرزند علی بجواب ابراہیم“ 1910ء میں ہی شائع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی اس رسالہ کی اشاعت کو پسند فرمایا۔ (بدر 8/دسمبر 1910ء صفحہ 7)

آغاز 1910ء میں مولوی محمد عظیم حنفی نقشبندی لاہوری نام کے ایک مولوی صاحب نے ”زیرہ میں مرزائیوں کا فرار“ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا گیا اور فیروزپور میں تقسیم کیا گیا جس کے جواب میں جماعت احمدیہ نے ان مولوی صاحب کو دعوت مناظرہ دی لیکن وہ نہ آئے۔ جس کے بعد آپ نے کھلی چٹھی کے نام سے ایک مضمون شائع کرایا جس میں مولوی صاحب کے جھوٹ کا پردہ چاک کیا اور لکھا ”آپ کا مقصد تو اسی قدر تھا کہ اخباری دنیا میں آپ کا نام بھی مکذبین حضرت مرزا صاحب میں شمار ہونے لگ جائے کیونکہ یہ فراخی رزق کا ایک مجرب نسخہ ہے۔ میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ یہ سودا در حقیقت خسارہ ہے گو بظاہر مفید نظر آتا ہے۔ و السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ المشتہر فرزند علی عفی اللہ عنہ“ (بدر 3/مارچ 1910ء صفحہ 3)

1913ء میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی، بوقت روانگی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کے نام ایک اہم خط لکھا۔ اس خط کا عکس اخبار الفضل 22/جنوری 1960ء صفحہ 5، 6 پر موجود ہے۔

1920ء میں آپ نے فیروزپور میں غیر مبائعین کے نمائندہ سید مدثر شاہ صاحب کے ساتھ شاندار مباحثہ کیا جس کا تذکرہ اخبار الفضل 29/مارچ 1920ء صفحہ 8 پر موجود ہے۔

جون 1922ء میں فیروزپور شہر میں ہی آپ نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کامیاب مباحثہ کیا جس کی تفصیل اخبار الفضل 10/جولائی 1922ء صفحہ 6، 7 پر موجود ہے۔

خلافت ثانیہ کے آغاز میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بعض جماعتوں میں امارت

کا نظام جاری فرمایا اور سب سے پہلے امیر حضرت مولوی فرزند علی خان صاحب فیروزپور میں مقرر ہوئے۔ (تحدیث نعمت صفحہ 211)

ایک مرتبہ آپ نے ایک دوست عبدالرحیم خان لودھی کے نام تین ماہ کے لیے اخبار الفضل فی سبیل اللہ جاری کروایا۔ (الفضل 25/ جنوری 1919ء صفحہ 2)

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ قادیان آگئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کا تقرر بطور امام مسجد فضل لندن فرمایا اور آپ 22/ اپریل 1928 ء کو صبح آٹھ بجے قادیان سے روانہ ہوئے، حضورؓ نے خود ایک بڑے مجمع کے ساتھ آپ کو روانہ فرمایا۔ (الفضل 27/ اپریل 1928 ء صفحہ 1۔ اخبار فاروق 27/ اپریل 1928 ء صفحہ 1) انگلستان روانگی کے وقت ایک تقریب میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا کہ اس نے ایک لمبے زمانہ ملازمت میں ہمیشہ اپنی تائید سے میری نصرت فرمائی۔ میں اپنی ملازمت کے زمانہ دراز میں اکثر مخالفوں کا تختہ مشق بنا رہا مگر ہر موقعہ پر جب کوئی تحقیقات کی گئی تو ہر معاملہ جس میں مجھ پر کسی قسم کا الزام لگایا گیا تھا، غلط ثابت ہوا اور بجائے اس کے کہ ان الزامات سے میری عزت میں کوئی فرق آتا اس کے برعکس ہر موقعہ پر میری عزت افزائی ہوئی ..... اور میں اس تمام عزت افزائی اور پردہ پوشی کو خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور انعام سمجھتا ہوں .... مگر اس پر اس طرح اضافہ ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مجھے انگلستان جا کر خدمت دین بجا لانے کا موقعہ عطا فرمایا۔ میرے نزدیک ان تمام عزتوں سے جو آج تک مجھے حاصل ہوئی ہیں یہ سب سے بڑھی ہوئی عزت ہے جو مجھ ناچیز کو عطا کی گئی ہے .....“

(الفضل یکم مئی 1928ء صفحہ 5)

آپ مسجد فضل لندن کے دوسرے امام تھے۔ مسجد فضل کی تعمیر نو کے بعد انگلستان مشن کا کام دن بدن بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت بھی لندن سے ہو رہی تھی۔ آپ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سب کام سرانجام دیے اور خلیفہ وقت کی ہدایات کی پیروی میں انگلستان میں احمدیہ مشن کو ترقی کی مزید منزلوں کو طے کیا۔ آپ کی تبلیغ سے نہ صرف انگلستان اور یورپ درست اسلامی تعلیم سے آگاہ ہوا بلکہ آپ کی تبلیغ کی صدا امریکہ اور آسٹریلیا تک بھی پہنچی، 1929ء میں آپ کے ایک انٹرویو کا چرچا آسٹریلیا میں بھی ہوا چنانچہ ایک اخبار لکھتا ہے:

Maulvi Farzand Ali, Imam of the London mosque, in an interview with a London 'Daily Express' representative, attached prejudices against Moslem life and fallacies which in the West are believed to be fact .... "The Moslem woman of today, as 1300 years ago, may enter business, fight for her country, vote and take part in national government. Her right to own property and to hold gifts from her husband only recognised in England by the Women's Property Act of the nineteenth century–was established by the Quran."

(Bowen Independent, Bowen, QLD, Australia, Sat. Dec 14, 1929 page 7)

A SUNDAY GATHERING AT THE LONDON MOSQUE.

اسی طرح ٹورنٹو کینیڈا کے علاقے Etobicoke سے چھپنے والے ایک اخبار نے بھی اسلام میں عورت کے مقام کے متعلق آپ کے ایک بیان کو شائع کرتے ہوئے لکھا:

"......Moulvi Farzand Ali, Imam of the London Mosque..... This Imam, with the kindly face and courteous manner, who still retains the green turban and embroidered slippers of the East, maintains that the Oriental women were granted by Mohammed as much liberty as the English women has today, and that the restrictions put upon them are the effect of custom, and have nothing to do with religion.

(The Lakeshore Advertiser (Etobicoke, Ontario, Thu, Feb 20, 1930 page 10)

یہ وہ دور تھا جب ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے سلسلے میں برطانوی پارلیمنٹ میں بڑی گہما گہمی تھی اور لندن مسلم لیگ اور دیگر مسلم اکابرین کا ایک خصوصی مرکز بن گیا تھا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح کی زیر ہدایت آپ نے بھی مسلمانوں کے حقوق کی اس کوشش میں بڑا کردار ادا کیا اور بطور امام مسجد فضل لندن اپنے روابط اور میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کی آواز کو بلند کرنے میں بڑی مدد دی۔ آپ خود بھی گول میز کانفرنس کے اجلاسوں میں بطور زائر شریک ہوتے رہے۔ حضرت چودھری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ وقتاً فوقتاً بذریعہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں کانفرنس کے حالات ارسال کرتے رہتے، اپنے ایک مکتوب 2/ جنوری 1931ء میں لکھا: ”خان صاحب اب تو خوب کام کر رہے ہیں، کچھ دلچسپی بھی پیدا ہوگئی ہے اور کام کی تفاصیل کے ساتھ واقفیت بھی۔ اس سے ان کا حوصلہ بھی بڑھ گیا ہے۔“ (تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 225)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کانفرنس کے حوالے سے آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”خان صاحب منشی فرزند علی صاحب نے پہلے تو اتنی گھبراہٹ ظاہر کی کہ میں نے یہ سمجھا شاید ساری محنت برباد ہوجائے لیکن جب کام شروع ہوا تو انہوں نے اتنی کوشش اور سرگرمی سے کام کیا کہ اس کا بہت بڑا اثر ہوا حتیٰ کہ ولایت کے اخبارات میں کئی تصاویر چھپیں جن میں خان صاحب کو نمائندہ گول میز کانفرنس لکھا گیا بلکہ ایک ہوائی جہاز کی تصویر میں انہی کو نمائندہ قرار دیا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر جگہ اور ہر سوسائٹی میں مسلمانوں کی تائید اور حمایت کے لیے وہ پہنچتے تھے اور کوشش کرتے رہے۔“ (رپورٹ مجلس مشاورت 1931ء صفحہ 111)

(گول میز کانفرنس لندن کے موقع پر حضرت چودھری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ اور حضرت مولوی فرزند علی خان صاحب کی ایک یادگار تصویر)

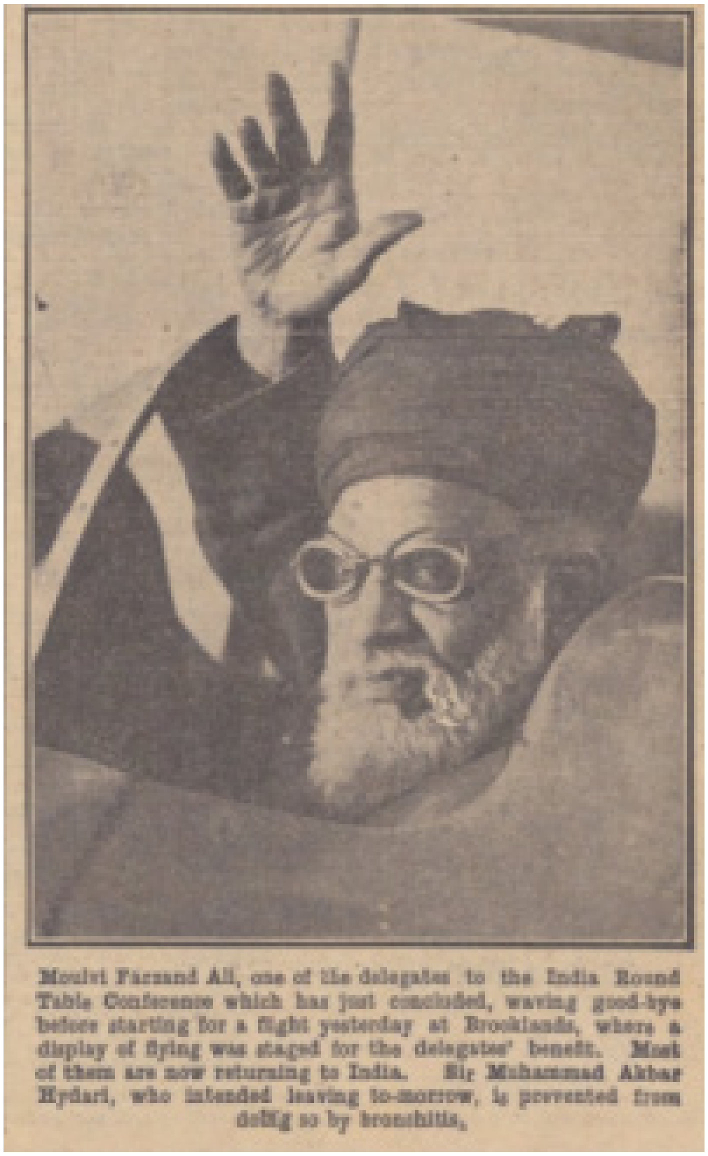

Moulvi Farzand Ali, one of the delegates to the India Round Table Conference which has just concluded, waving good-bye before starting for a flight yesterday at Brooklands, where a display of flying was staged for the delegates' benefit. Most of them are now returning to India. Sir Muhammad Akbar Hydari, who intended leaving to-morrow, is prevented from doing so by bronchitis.

(گول میز کانفرنس کے موقع پر برطانوی اخبار Sunday Mirror میں چھپنے والی آپ کی ایک تصویر)

دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر محترم مولانا صاحب نے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے اصحاب میں سے بعض کو مسجد فضل لندن میں چائے پر مدعو کیا چنانچہ علامہ اقبال، مولانا شوکت علی، حضرت چودھری سر ظفر اللہ خانؓ، حافظ ہدایت حسین، مسٹر فضل الحق، غلام رسول مہرؔ ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، عبدالمتین چودھری اور چند دیگر اصحاب شامل ہوئے۔ آپ نے قرب و جوار کے رہنے والے انگریز نومسلموں سے وفد کو ملایا، بعض انگریز بچیوں نے قرآن کریم کی مختلف سورتیں سنائیں، ایک چھ سات سال کی انگریز بچی نے سورۃ فاتحہ سنائی جس پر علامہ اقبال نے اسے ایک پونڈ انعام دیا۔ آخر پر علامہ اقبال نے تقریر کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ غلام رسول مہرؔ ایڈیٹر اخبار انقلاب نے لکھا: ”مولانا فرزند علی صاحب نہایت خوش اخلاق اور نیک طبع بزرگ ہیں،

فرائض امامت و تبلیغ کی بجا آوری کے علاوہ مسلمانوں کے جماعتی، سیاسی کاموں میں بھی کافی وقت صرف کرتے ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے یہاں کے اونچے طبقے میں بہت گہرا اثر و رسوخ پیدا کر لیا ہے۔" (روزنامہ انقلاب، لاہور 29/اکتوبر 1931ء بحوالہ الفضل یکم نومبر 1931ء صفحہ 9)

تحریک آزادی کشمیر کے لیے حضورؓ کی ہدایات کے ماتحت آپ کی لندن میں مساعی

کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم کے خلاف جماعت احمدیہ کی خدمات تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ ان خدمات کا دائرہ انگلستان تک پھیلا ہوا تھا جہاں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات کی روشنی میں کشمیر کی تحریک آزادی میں بہت کام کیا اور حقائق پر مبنی ایک پمفلٹ بعنوان Kashmir, Past and Present شائع کرنے کے علاوہ برطانوی پریس سے رابطہ کر کے مظلومان کشمیر کے حالات شائع کرائے اور دنیا کو حوادث کشمیر سے آگاہی بخشی۔ ہندوستان کے بعض اخباروں نے آپ کی ان مساعی کا برملا اعتراف کیا۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 462، 461)

لندن مشن میں پانچ سال سے زائد عرصہ خدمات بجالانے کے بعد آپ کی جگہ دوبارہ حضرت مولانا دردؔ صاحب کو بطور امام مسجد لندن بھجوایا گیا چنانچہ آپ انہیں چارج دے کر 10/اپریل 1933ء کو قادیان واپس آگئے جہاں اہلیان قادیان نے سٹیشن پر آپ کا شاندار استقبال کیا، حضورؓ ناسازئ طبع کے باوجود استقبال کے لیے تشریف لائے۔ آگے "یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے" کے مصداق نظارے کے متعلق اخبار الفضل لکھتا ہے:

"مصافحوں کے بعد خان صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر قصبہ میں تشریف لائے اور مسجد مبارک میں نفل ادا کیے۔ جب خان صاحب مسجد مبارک میں پہنچے تو شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کسی سے وضو کے لیے پانی لانے کو کہا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنفس نفیس اندر سے جا کر پانی کا لوٹا بھر لائے۔" (الفضل 13/اپریل 1933ء صفحہ 1)

واپس آنے کے بعد بھی آپ کو نہایت اہم عہدوں پر عظیم الشان کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ نے بطور ناظر بیت المال، ناظر امور عامہ اور ناظر اعلیٰ جیسے جلیل القدر مناصب پر خدمت دین کی توفیق پائی۔

مئی 1946ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ صحتیاب ہونے پر خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔ پھر نومبر 1956ء میں آپ پر دوبارہ فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ آپ نے 9/جون 1959ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے نے اپنے ایک مضمون میں لکھا:

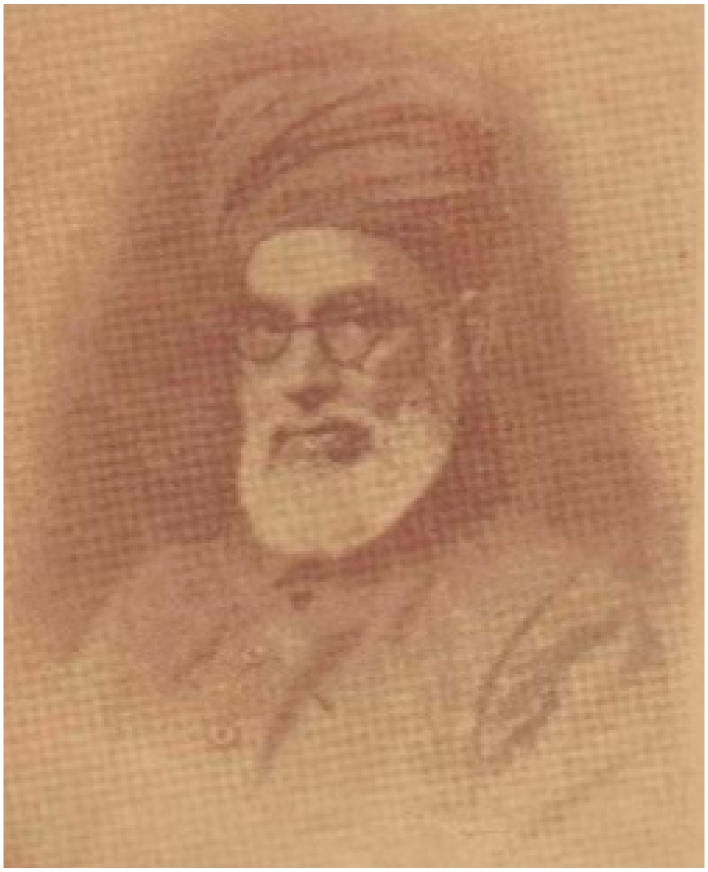

"..... خاں صاحب موصوف گو صحابی نہیں تھے مگر بڑی خوبیوں کے مالک اور اول درجہ کے مخلصین میں سے تھے اور تنظیم کا غیر معمولی مادہ رکھتے تھے چنانچہ وہ قادیان آنے سے قبل فیروز پور اور راولپنڈی کی جماعتوں کے کامیاب امیر جماعت رہے۔ پنشن پانے کے معًا بعد انہوں نے اپنے آپ کو خدمت سلسلہ کے لیے وقف کر دیا اور پھر آخر تک یعنی جب بیماری سے بالکل مجبور ہو گئے، سلسلہ کی مخلصانہ خدمت میں مصروف رہے۔ شروع میں خان صاحب نے لندن میں اسلام اور احمدیت کے کامیاب مبلغ کی حیثیت میں کام کیا اور اس کے بعد واپسی پر مرکز سلسلہ میں ایک کامیاب ناظر رہے .... خاں صاحب مرحوم نمازوں کے بہت پابند اور دعاؤں اور وظائف میں خاص شغف رکھتے تھے، ایسے بزرگ جماعت کے لیے بہت بابرکت وجود ہوتے ہیں اسی لیے نماز جنازہ میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہٗ۔" (الفضل 16/ جون 1959ء صفحہ 5)

آپ کی اولاد میں سے حضرت ڈاکٹر حافظ بدر الدین صاحب (وفات: جنوری 1961ء) اور شیخ محبوب عالم خالد صاحب (وفات: 21/ جنوری 2004ء) کو بھی سلسلہ احمدیہ کی عظیم خدمت کی توفیق ملی۔

موسم خزاں

Photo by Luca Bravo on Unsplash.com

آئندہ چند ہفتوں تک موسم خزاں کا آغاز ہونے والا ہے جس کے ساتھ ہی سردی کی لہر کا احساس شروع ہو جاتا ہے۔ اسی سردی کی شدت کی وجہ سے درختوں کے پتے اپنا رنگ بدل کر گرنے لگ جاتے ہیں۔ بہر کیف لفظ ”خزاں“ شاعری میں صرف ایک لفظ ہی نہیں جسے ایک موسم کے بیان کیلئے استعمال کیا جاتا ہو بلکہ ایک استعارہ بھی ہے جو زندگی کے منفی حالات پر بولا جاتا ہے۔ عاشق کے موسم ہجر کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح دینی، سماجی، تہذیبی اور اخلاقی پستی کے تاریک سایوں کو بھی اس لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی پاکیزہ نظموں میں اس لفظ کا بطور استعارہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک نظم میں اپنی آمد کو یوں بیان فرماتے ہیں:

جو دَور تھا خزاں کا، وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

اسی مضمون کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی ایک نظم میں بیان فرمایا ہے:

اِس چمن پر جبکہ تھا دورِ خزاں وہ دن گئے
اب تو ہیں اسلام پر یارو بہار آنے کے دن

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنی مشہور نعت ”اِک رات مفاسد کی وہ تیرو تار آئی“ میں آنحضرت ﷺ کے ظہور کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

اے چشمِ خزاں دیدہ کھُل کھُل کہ سماں بدلا
اے فطرتِ خوابیدہ اُٹھ اُٹھ کہ بہار آئی

بہر حال اردو نظم و نثر میں یہ لفظ کثرت سے استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوا ہے، شکیل بدایونی کا شعر ہے:

مری زندگی پہ نہ مسکرا مجھے زندگی کا الم نہیں
جسے تیرے غم سے ہو واسطہ وہ خزاں بہار سے کم نہیں

کیا آپ اس لفظ کے مجازی معنوں کے حوالے سے کوئی شعر جانتے ہیں؟

ذیابیطس سے بچاؤ کا آسان حل:
ہر آدھے گھنٹے میں تین منٹ کی چہل قدمی

(بشکریہ بی بی سی اردو)

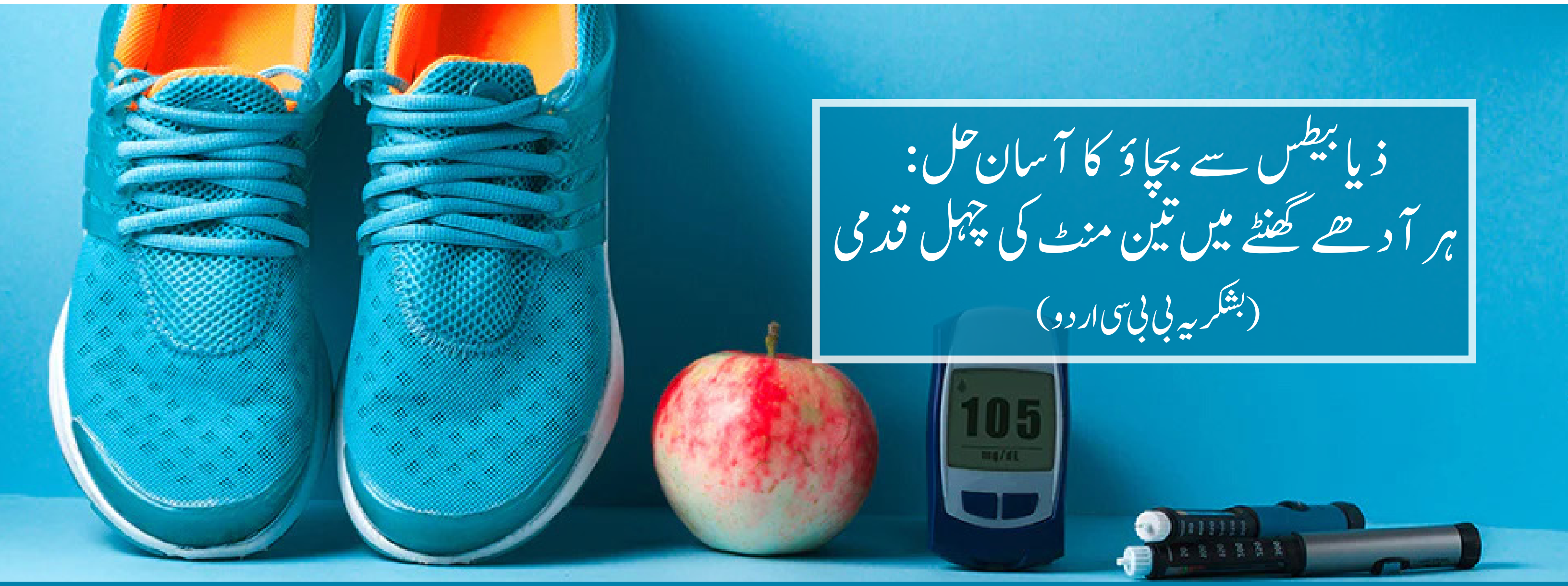

Photo by Luca Bravo on Unsplash.com

ذیابیطس چیریٹی کانفرنس کی تحقیق کے مطابق سات گھنٹے کے اندر اندر ہر آدھے گھنٹے کے وقفے سے تین منٹ کی چہل قدمی سے ذیابیطس ٹائپ ون کے مریضوں کے خون میں شوگر کی سطح میں کمی دیکھی گئی۔ یہ تحقیق کل 23 مریضوں پر کی گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق برطانیہ میں تقریباً چار لاکھ افراد ذیابیطس ٹائپ ون سے متاثر ہیں۔ واضح رہے کہ جب جسم کا مدافعتی نظام لبلبہ کے انسولین پیدا کرنے والے خلیوں پر حملہ کرتا ہے تو اس حالت میں لبلبہ انسولین پیدا نہیں کر پاتا اور جسم ٹائپ 1 ذیابیطس کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسولین خون میں شوگر کی مقدار کو کنٹرول کرتی ہے۔ انسولین کی کمی کی وجہ سے خون میں شوگر کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ ذیابیطس کے مریضوں کو اس حالت سے بچنے کے لیے باقاعدہ وقفوں سے مصنوعی انسولین لینا پڑتی ہے۔ اگر خون میں شوگر کی مقدار زیادہ دیر تک کم رہے تو مریض کو کئی خطرناک بیماریاں لاحق ہوسکتی ہیں۔ اس میں گردے کی خرابی، بینائی کی کمی اور ہارٹ اٹیک شامل ہیں۔

ذیابیطس یو کے میں ریسرچ کی سربراہ ڈاکٹر الزبتھ رابرٹسن کا کہنا ہے کہ تحقیق کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ طرز زندگی میں سادہ تبدیلیاں، جیسے کہ چلتے وقت فون پر بات نہ کرنا، ذیابطیس سے بچاؤ میں مدد فراہم کرتی ہیں۔

یونیورسٹی آف سنڈرلینڈ سے وابستہ اور اس تحقیق کے سرکردہ محقق ڈاکٹر میتھیو کیمبل کا کہنا ہے کہ وہ اس کم درجے کی سرگرمی کے ایسے نتیجے پر حیران ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ’ایکٹیویٹی اسنیکنگ‘ ٹائپ 1 ذیابیطس کے شکار لوگوں کے لیے ایک بڑی تبدیلی کا آغاز ہوسکتی ہے جو مزید باقاعدہ جسمانی ورزش کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے لیے، یہ خون میں شوگر کی سطح کو باقاعدہ رکھنے کا ایک آسان طریقہ ہوسکتا ہے۔

اس ابتدائی مرحلے کے ٹرائل میں ٹائپ ون ذیابیطس میں مبتلا 32 افراد نے دو دن تک سات گھنٹے بیٹھنے اور آدھے گھنٹے کے وقفے سے چلنے کی ورزش کی۔ ایک سیشن میں انہوں نے وقفے وقفے سے واکنگ بریک لیا اور دوسرے سیشن میں وہ بیٹھے رہے۔ ہر سیشن کے آغاز سے 48 گھنٹے تک ان کے بلڈ شوگر کی سطح کو باقاعدگی سے مانیٹر کیا گیا۔ اس دوران سب نے ایک جیسا کھانا کھایا اور ان کی انسولین کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ 48 گھنٹے تک جاری رہنے والی اس تحقیق میں پتا چلا کہ باقاعدگی سے چہل قدمی کرنے سے خون میں شوگر کی سطح کم رہتی ہے (6.9 ملی میٹر فی لیٹر) جبکہ مسلسل بیٹھے رہنے کے دوران یہ 8.2 ملی میٹر فی لیٹر تک رہتی ہے۔ ڈاکٹر کیمبل کہتے ہیں، ”حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کو ترغیب دینے کا یہ آسان طریقہ بہت بڑی آبادی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔“

اجتماعات میں تعلیمی مقابلہ جات کی تیاری کے لئے چند رہنما اصول

(مرسلہ: خالد محمود شرما۔ قائد تعلیم مجلس انصار اللہ کینیڈا)

Photo by Luca Bravo on Unsplash.com

قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ کینیڈا لوکل، ریجنل اور نیشنل اجتماعات کے انعقاد کی تیاری کے لئے ان شاءاللہ آن لائن سیمینار کااہتمام کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریر کے ذریعے اپنے انصار بھائیوں کو نظم اور تقریر کے ان رہنما اصول سے آگاہی دلائی جائے جن سے اگر استفادہ حاصل کیا جائے تو ہم اپنے تعلیمی مقابلہ جات کے معیار کو بہتر کر سکتے ہیں۔ انصار بھائیوں سے یہ بھی گذارش ہے کہ تلاوت قرآن کریم کے مقابلے میں حصہ لینے سے قبل قائدہ ترتیل القرآن میں سے ترتیل القرآن کے بعض ضروری قواعد کو ضرور پڑھ لیں۔

مقابلہ تقریر کے لئے چند راہنما اصول

فطری طور پر انسان گفتگو کو نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ اس کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی مجلس میں اچھا مقرر سمجھا جائے اور لوگ اس کی گفتگو کی داد دیں۔ ہماری گفتگو صرف شور سے بھرپور ہی نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ پسندیدہ بات تو یہ ہو گی کہ اس میں معنویت بھی ہو۔ نیز ہماری گفتگو مجلس کے ہر فرد کے لئے کچھ نہ کچھ دلچسپی کا باعث ہونی چاہئے۔ دلنشین گفتگو کرنا بھی ایک فن ہے لیکن بدقسمتی سے ہم اسے اپنانے کی کوشش نہیں کرتے اس دنیا میں اپنے آپ کو پالینا کوئی مقصد نہیں بلکہ انسانوں سے بہتر سلوک عمدہ گفتگو اور نفیس تعلقات کو بروئے کار لانا بہت بڑا کام ہے۔

سامعین و حاضرین آپ کی آواز کے بل بوتے پر آپ کی شخصیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ وہ آواز سن کر آپ کا ایک عکس اپنے ذہن میں بنا لیتے ہیں۔ جس طرح چڑیوں کو نغموں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کو اس کی گفتگو سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری آواز میں نرمی اور ملائمت ہو اور گفتگو کو نہایت دلکش بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے:۔

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ (آل عمران 159)

”اور تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے ہی جو اللہ کی طرف سے (تجھے دی گئی) ہے ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔“

اپنی آواز کا امتحان کرنے کے لئے مندرجہ ذیل سوالوں پر غور کیجئے کہ کیا آپ کی گفتگو سے دوسرا شخص فوراً متوجہ ہو جائے گا؟ کیا آپ کی آواز کسی دکھی انسان کے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہو سکتی ہے؟

کیا آپ کی آواز میں اتنی لچک ہے کہ کسی نازک موقعہ پر بات منوا سکیں۔ کیا آپ شور مچا کر بات کرتے ہیں یا اتنے مدھم لہجے سے کہ دوسرے بار بار کہنے پر مجبور ہوں کہ ذرا بلند آواز میں بات کیجئے جب آپ اپنی انفرادیت کا اندازہ کر لیں تو بات چیت کے طریقے کو مندرجہ ذیل اصولوں پر جانچنے کی کوشش کریں۔ مجھے کس قسم کی آواز میں گفتگو کرنی چاہئے۔ میری تقریر کس نوعیت کی ہونی چاہئے۔ اور ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ تقریر کی رفتار برقرار رکھتے ہوئے تمام الفاظ کی روانی ایک سی رفتار سے ادا ہوتی رہے تو سمجھئے کہ آپ بہت اچھے مقرر ہیں۔ آپکی تقریر الفاظ کی یکسانیت سے ہو رہی ہے یعنی

تقریر کے دوران الفاظ کا ٹھہراؤ وقفہ یہ سب چیزیں موجود ہیں تو آپ کے خیالات جذبات سامعین کے خیالات و جذبات سے ہم آہنگ ہوسکیں گے۔ گفتگو کے دوران اگر آپ سانس لینے کی ترغیب اپنانے میں کامیاب ہوں یعنی تقریر کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے اور آپ سانس لینے کے ساتھ ساتھ بات چیت بھی بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رکھیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی تقریر متوقع نتائج حاصل نہ کرے۔ اگر آپ پر اثر تقریر کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ سانس کی آمد و رفت درست ہو اور یہ بات بھی ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اگر آپ گفتگو یا تقریر کے دوران حد سے زیادہ منمنائیں گے اٹک اٹک کر بولیں گے یا ہکلائیں گے تو نہ صرف آپ کا مضحکہ اڑے گا بلکہ کوئی شخص بھی آپ کی بات غور سے سننے کی زحمت گوارہ نہیں کرے گا۔ آپ چاہے کتنی ہی مشکلات میں گھرے ہوئے ہوں اپنے آپ کو اعتدال پر رکھ کر ہر مشکل پر قابو پا سکتے ہیں۔ اپنے جذبات کے اظہار میں آپ اس وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب آپ یہ سمجھنے لگیں کہ واقعی آپ ان پر قادر ہیں اس بات کی کوشش کیجئے کہ آپ اپنے صحیح خیالات کا اظہار کریں۔ اس معاملے میں آپ اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں اس کو حقیقی انداز میں بیان کریں۔ اگر بناوٹی لب و لہجہ استعمال کیا گیا تو مخاطب اس کا شدید احساس کرے گا۔ اور آپ اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکیں گے۔ اس کے علاوہ صحیح الفاظ کا استعمال آپ کو خیالات کے اظہار میں بہت مدد دے گا۔ آپ کی طرز تقریر آپ کی انفرادیت کی نشان دہی کرتی ہے۔ کیونکہ تقریر اور شخصیت ایک ہی چیز ہے۔ آپ جتنا بھی صحت مندانہ ماحول اپنالیں گے اتنی ہی آپ فی البدیہہ پر اثر اور با معنی تقریر کر سکیں گے۔ تقریر صرف اپنی شخصیت کے اظہار کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس سے آپ عوام کو بھی اپنے دائرہ اثر میں کھینچتے ہیں تقریر میں کامیابی کا تمام تر راز اس امر میں پوشیدہ ہے۔ کہ تقریر کرتے وقت اپنے آپ یا اپنی ذات کو یکسر بھول جائیں۔ جن جذبات اور احساسات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اس کی سچی کیفیت اپنے اوپر طاری کرلیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ واقعات کو ذہن میں رکھ کر اپنے اندر اثرات جذبات کو پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔ تقریر میں کامیابی کے بارے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ اپنے موضوع پر مکمل عبور ہونا چاہئے۔ جب تک آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ آپ کو کہنا کیا ہے۔ اور آپ کو تقریر کے موضوع پر وسیع معلومات حاصل نہ ہوں آپ کبھی بھی سامعین کے سامنے اپنے آپ کو مطمئن محسوس نہیں کریں گے۔ اگر آپ کے ذہن میں کہنے کے لئے باتیں موجود ہیں تو پھر سامعین کے سامنے گھبراہٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

آواز میں اعجاز کرو علم سے پیدا
احساس کو آواز کی ٹھوکر سے جگا دو

فن تقریر میں خود اعتمادی پیدا کرنے کا پہلا اور آخری طریقہ یہ ہے کہ بولنے میں مشق کریں مسلسل مشق کے ذریعہ ہی اس فن میں کمال حاصل کر سکتے ہیں۔ جب کوئی پہلی مرتبہ تقریر کرنے لگتا ہے۔ تو اس پر اس قسم کی گھبراہٹ طاری ہوتی ہے جیسے وہ میدان جنگ میں جارہا ہو۔ مشق کرنے کے لئے آپ کے پاس ایک چھوٹا سا کمرہ ہونا چاہئے۔ ریہرسل ہمیشہ شیشہ کے سامنے کرنی چاہئے یہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ کہ آئینے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یا اس کام کے لئے اپنے گھر کا کوئی گوشہ منتخب کرلیں جہاں گھر کا کوئی دوسرا فرد آپ کی مشق کے دوران مخل نہ ہو سکے۔ بار بار مشق کرنے سے ہی اپنے آپ پر مکمل اعتماد حاصل کیا جا سکتا ہے مشق اور محنت کے ساتھ ہر میدان میں کامیابی کے لئے دعا کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ چند بنیادی راہنما اصول ہیں ان اصولوں کو دعاؤں کے ساتھ اپناتے ہوئے تقاریر کے میدان میں کامیابیاں حاصل کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نظم پڑھنے والے احباب کے راہنمائی کے لئے

نظم یا نعت خوانی خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ایک فن ہے۔ جو نظم و نعت خواں کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کی سچی لگن کا بھی تقاضہ کرتا ہے۔ ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت آواز موجود ہے مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں ایک کمزوری کا احساس ضرور موجود ہے کہ اکثر اچھی آواز کے حامل افراد بھی اپنی عدم دلچسپی کی وجہ سے اس فن میں کمال مہارت دکھا نہیں پاتے۔ حالانکہ جماعت میں سال بھر جماعت اور تنظیموں کے مقامی اجلاسات میں نظموں کا پڑھا جانا اور پھر علمی مقابلہ جات کا انعقاد ایسے ذرائع ہیں جو کسی بھی نظم خواں کو اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے بھرپور مواقع فراہم کرتے ہیں۔ مقابلہ نظم میں حصہ لینے والے بعض اوقات دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے آتے ہیں۔ مگر کئی مرتبہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مقابلہ کی مکمل تیاری نہیں تھی۔ حالانکہ اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ آپ جس مقابلہ میں حصہ لینے جارہے ہیں اس کی تیاری آپ کی طرف سے سو فیصد مکمل ہونی چاہئے۔

مقابلہ نظم میں حصہ لینے والے افراد کو جن بنیادی باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کا تذکرہ مرحلہ وار اس مضمون میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ان پر عمل کر کے ایک نظم خواں اپنے فن کے معیار کو بلند کر سکے۔ مقابلہ نظم میں تین اصولوں کو مدنظر رکھ کر آپ کو نمبرز دیئے جاتے ہیں۔ جو بالترتیب یوں ہیں۔

۱۔ ادائیگی۔ ۲۔ تلفظ۔ ۳ لحن یا ترنم

ادائیگی: مقابلہ میں حصہ لینے والے فرد کو چاہئے کہ مقابلہ میں پڑھنے والے اشعار کو بغور بار بار پڑھ کر ذہن نشین کریں، جس نظم میں سے اشعار کو منتخب کیا گیا ہے وہ پوری نظم پڑھ کر سیاق و سباق اور مطالب کو ذہن نشین کریں گے تو آپ کو اشعار کی ادائیگی میں آسانی رہے گی اور آپ مطلب کو سمجھتے ہوئے شعر ادا کریں گے۔ اس طرح جو مضمون ان شعروں میں بیان ہوا ہے وہ آپ بخوبی سامعین تک پہنچا سکیں گے۔ اگر ”حمدیہ“ مضمون ہے تو آپ ایسا محسوس کریں جیسے آپ اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اپنی التجائیں پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کے افضال کا شکریہ ادا کر رہے ہیں اسی طرح اگر نعتیہ کلام ہے تو پیش کرتے ہوئے محسوس کریں کہ گویا نبی کریم ﷺ کے حضور حاضری ہے۔ اور آپ کا والہانہ عشق اشعار کی صورت میں آپ کی زبان پر آ رہا ہے۔ گویا اس ذات اقدس سے محبت میں ڈوب کر آپ وہ کلام پڑھ رہے ہیں تو یقیناً آپ کے پیش کردہ اشعار سننے والوں کے دلوں پر اثر کریں گے۔ اشعار کی ادائیگی میں مصنوعی پن کا دخل نہیں ہونا چاہئے۔ سچی لگن کا اظہار دل سے اٹھتا محسوس ہونا چاہیئے۔ اسی طرح اگر نظم ہے تو مضمون اور مطالب کے لحاظ سے آپ ایک کیفیت میں ڈوب کر اشعار کی ادائیگی کریں۔ اگر حضرت مسیح موعود اور خلفائے سلسلہ کا ذکر ہے تو ان پاکیزہ ہستیوں سے آپ کا مضبوط عقیدت کا تعلق ظاہر ہونا لازم ہے۔ صرف اسی طرح کیفیت میں ڈوبا ہوا شعر سننے والوں پر پورا اثر چھوڑتا ہے۔ الفاظ کو مطالب کے لحاظ سے مناسب وقت دے کر ادا کرنا اور اس کی خوبصورتی کے لحاظ سے لمبا اور چھوٹا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ الفاظ پر آپ کی گرفت مضبوط ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ لفظ چھوڑ کر پیچھے سے پکڑیں یا پھر آگے پیچھے پڑھ جائیں۔

بعض احباب کو تو ایسے دیکھا گیا ہے کہ جیسے بالکل اسی وقت ان کو اشعار تھمائے گئے ہوں اور وہ پہلی مرتبہ پڑھ رہے ہوں۔ یہ بھی طریقہ مقابلہ کے شایان شان نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر آپ نے کسی مقابلہ کی تیاری ہی نہیں کی تو پھر مقابلہ جیتیں گے کیسے۔ ایسے میں آپ کی گرفت اشعار پر کمزور ہوتی ہے اور آپ ادائیگی میں اصل رنگ بھر نہیں پاتے۔ الفاظ کو بعض اوقات لمبا کر کے پڑھنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ بہت لمبا لٹکا کر پڑھنا اور شعر کو بہت زیادہ طوالت کا شکار کر دینا بھی شعری حسن کو کم کر دیتا ہے۔ اور بسا اوقات سامعین کی طبیعت پر بھی گراں گزرتا ہے۔ اسی طرح الفاظ کو لمبا کرتے وقت آپ کی سانس درمیان سے ٹوٹنی نہیں چاہتے۔ اتنا لمبا کریں جتنا آپ کا سانس خوبصورتی کے ساتھ آپ کا ساتھ دے۔ الفاظ کو چھوٹا کرتے وقت بھی خیال رہے کہ لفظ واضح طور پر ادا کیا جائے تا کہ مطلب آسانی سے ظاہر ہو، نہ ہی لفظ لفظ پر رُکا جائے اور نہ ہی شعر کے زیادہ ٹکڑے کئے جائیں۔ عمومی طور پر ایک مصرعے کو دو سے چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا مصرعہ عموماً دو تین ٹکڑوں میں اور دوسرا مصرعہ زیادہ سے زیادہ تین سے چار ٹکڑوں میں کر کے پڑھا جا سکتا ہے۔ بعض الفاظ کو ”و“ سے اور ”زیر زبر“ سے ملایا ہوتا ہے۔ ان الفاظ کو آپس میں ملا کر پڑھنا چاہئے تا شعر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو۔ یہ شعر اس طرح پڑھا جائے

کافر ملحد و دجال۔ ہمیں کہتے ہیں۔ (دو حصے)
نام کیا کیا۔ غم ملت میں۔ رکھایا۔ ہم نے (تین یا چار حصوں میں)

الغرض شعر کو مطالب کے لحاظ سے پورے وزن کے ساتھ واضح الفاظ کی ادائیگی کر کے آپ اپنے نمبروں میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

تلفظ: الفاظ کو زیر زبر اور پیش کا خیال رکھتے ہوئے پڑھنا چاہئے۔ آپ کا اردو کا مطالعہ ٹھیک ہونا چاہئے تا کہ لفظ کی اصل شکل سے پوری واقفیت ہو۔ مقابلہ میں پڑھنے سے پہلے اشعار میں سے مشکل الفاظ کا تلفظ درست کروا لینا آپ کے لئے فائدہ مند ہے۔ الفاظ کا صحیح تلفظ آپ کے نمبروں میں اضافہ جب کہ غلط تلفظ نمبروں میں کٹوتی کا موجب بنتا ہے۔ آپ کی آواز کتنی بھی اچھی ہو اگر آپ الفاظ کو مفہوم کے لحاظ سے غلط ادا کرتے ہیں تو آپ کے نمبر کٹ سکتے ہیں جو مجموعی نمبروں میں کمی کا موجب بنتے ہیں۔ بعض الفاظ کو زمانے کے لحاظ سے بیان کیا ہوتا ہے۔ اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ماضی کو حال اور حال کو ماضی میں نہ پڑھا جائے۔ جیسے اس کو اُس پڑھنا یا ان کو اُن پڑھنا زمانے میں تبدیلی کے لحاظ سے مطلب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آپ پورے شعر کو بغور پڑھیں اور اس کے مطلب کو سمجھیں کہ بات کس زمانے کے متعلق ہے ماضی والوں کی بات ہے یا حال پر بات ہو رہی ہے۔ زیر زبر پیش کا خیال رکھیں تا کہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ تلفظ کی صحیح ادائیگی مقابلہ میں آپکے نمبروں میں بھرپور اضافہ کرتی ہے۔

لحن یا ترنم: لحن یا ترنم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں ایک نعمت خاص ہے جو نہ صرف آپ کے اپنے لئے ایک تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ بلکہ آپ کے گلے کی یہ پرسوز آواز بے شمار افراد کے لئے تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے گلے میں سوز جیسی نعمت عطا کر رکھی ہے تو چاہئے کہ آپ اس کی حفاظت بھی کریں۔ اور خلق اللہ کو بھی محفوظ کریں۔ اپنی آواز کا استعمال اگر آپ دینی مقاصد کے لئے کرتے ہیں تو یقیناً یہ نہ صرف آپ کی اپنی روحانی اقدار میں اضافہ کرتی ہے بلکہ خلق اللہ کے روحانی ذوق کو بھی تقویت بخشتی ہے۔ بعض اوقات اچھی پرسوز آواز کے مالک افراد بھی مقابلہ

میں اچھی پوزیشن حاصل نہیں کر پاتے اس کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ اس فرد نے اپنی اس نعمت خداوندی کو پہچانا نہیں ہوتا اور آواز کے ساتھ ساتھ باقی جن امور کا خیال نظم خوانی میں رکھنا ضروری ہوتا ہے نہیں رکھا جاتا۔ پھر طرز پر دھیان نہیں دیا جاتا۔ کسی بھی نظم، نعت کی طرز کے لئے ضروری ہے کہ آپ کسی شعر کو پڑھیں اور اس کے مضمون میں ڈوب کر اسے مختلف انداز میں گنگناتے رہیں۔ آہستہ آہستہ کوئی نہ کوئی اچھی طرز آپ کے لبوں پر آہی جاتی ہے ۔ اور پھر ان اشعار کو بار بار دھرانے میں وہ طرز مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے ۔ کسی بھی کلام میں ڈوب کر گنگنانے سے آپ ایک پر اثر طرز ڈھونڈنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ کی بنائی گئی طرز ضروری ہے کہ گائیکی کے اصولوں کے مطابق ہو جیسا کہ آپ کے مشاہدہ میں ہے کہ کسی بھی نظم کے پہلے شعر کے دونوں مصروں کی طرز یکساں ہوتی ہے ۔ اور پھر چونکہ نظم کا پہلا شعر عموماً ہم قافیہ ہوتا ہے اس لئے دونوں مصروں کی طرز ایک ہی ہونی چاہئے ۔ گائیکی کی زبان میں پہلے شعر کو ''استائی'' کا نام دیا جاتا ہے جبکہ دوسرا شعر اور پھر باقی اشعار ''انترا'' کہلاتے ہیں۔ دوسرے شعر یعنی ''انترے'' کے پہلے مصرعے کی طرز نہ صرف ''استائی'' سے پہلے مختلف ہوتی ہے ۔ بلکہ کچھ نہ کچھ بلند آواز میں بھی ہوتی ہے ۔ ہاں ''انترے'' کے دوسرے شعر کی طرز بالکل استائی یعنی پہلے شعر والی ہونا چاہئے ۔ کوئی بھی پوری نظم صرف استائی کی طرز اور انترے کی طرز پر ہوتی ہے ۔ آپ کو صرف دو اشعار یعنی پہلے اور دوسرے کی ہی طرز بنانی ہے ۔ باقی ساری نظم انہی دو اشعار کی طرز میں دہرائی جاتی رہے گی۔

آپ اگر اپنے عشق اور کلام سے محبت کے نتیجے میں نئی طرز ایجاد کریں تو وہ طرز امر ہو سکتی ہے ۔ جب کہ کسی بھی پرانی تیار شدہ طرز کو کسی بھی نظم پر سیٹ کر دینے سے آپ کی اپنی کاوش نظر نہیں آتی اور بعض اوقات بعض فلمی گانوں کی طرزیں بھی نظموں پر چڑھا کر پیش کی جاتی ہیں بعض اوقات پر سرور بھی ہوتی ہیں اور مزہ بھی دیتی ہیں مگر جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے کہ اس میں اپنی کوئی کاوش نظر نہیں آتی ۔ مقابلہ کے دوران گو اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ ہر طرز اپنی بنائی ہوئی ہے یا پھر کسی گانے کی طرز ہے اس سے آپ کے نمبروں پر عام طور پر فرق نہیں پڑھتا۔ یہاں آپ کے نمبر زاسی طرز کے زیادہ ملیں گے جو زیادہ پرسوز ہو گی۔ شرط یہ ہے کہ طرز کے استعمال سے انصاف کیا ہو۔ مقابلہ میں نمبروں کے حصول کے لئے جو امر نہایت ضروری ہے وہ ہے قواعد و ضوابط کی پابندی ۔ جو بھی قواعد و ضوابط مقابلہ میں دیئے گئے ہوتے ہیں ان کی معمولی خلاف ورزی بھی آپکے نمبروں پر اثر انداز ہوسکتی ہے ۔ اگر آپ کو قواعد میں پہلے سے بتا دیا گیا ہے کہ آپ نے ریجنل گروپس اجتماع میں دو اشعار پڑھنے ہیں اور شعر کا ایک مصرعہ دھرانا ہے تو پھر آپ دو ہی اشعار پڑھیں اور صرف ایک ہی مصرعہ دھرائیں نہ کہ پورا شعر۔ کیونکہ مصرعہ سے مراد مصرعہ ہے نہ کہ شعر- اسی طرح شعر کی ادائیگی میں اگر آپ نے مصرعہ کو دھرانا ضروری سمجھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس مصرعے کو دوبارہ سے پڑھ کر آپ اس کے اثر میں شدت پیدا کرنا چاہتے ہیں یا پھر پہلی طرز سے تھوڑا سا مختلف کر کے اسے زیادہ پر اثر بنانا چاہتے ہیں تو ضرور دھرائیں نہ کہ صرف دھرانے کی غرض سے دھرائیں۔ مبادہ کہ آپ نے پہلے وہ مصرعہ زیادہ پرسوز اور خوبصورت ادا کیا ہو اور دھرانے میں آپ وہ پرانے والا اثر قائم نہ رکھ پائیں یا پھر کوئی غلطی کر دیں جو آپ کے نمبروں پر اثر انداز ہو۔ علاوہ ازیں قواعد سے ہٹ کر مصرعے کی بجائے پورے شعر کو دھرانے سے نمبر کٹ جاتے ہیں ۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بعض اوقات مقابلہ میں دیئے گئے اشعار نظموں کے پہلے اشعار نہیں بلکہ درمیان سے منتخب شدہ اشعار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں گائیکی کے انداز میں تھوڑا بہت ردوبدل ضروری ہو جاتا ہے ۔ جیسے شہرہ آفاق نظم کا یہ شعر

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

یہاں اگر آپ پہلے شعر کو ''استائی'' کے شعر کے طور پر لیں اور دوسرے اشعار کو ''انترے'' کی طرز دیں تو آپ خوبصورت طرز بنا سکتے ہیں ۔ جو دلوں پر اثر کرے گی ۔ الغرض کوئی بھی اچھی طرز ایجاد کر کے یا اپنا کر اگر آپ مضمون کے لحاظ سے کلام میں ڈوب کر قواعد و ضوابط کا خیال رکھتے ہوئے دل سے کلام پیش کریں گے تو یقینا آپ کی آواز سامعین پر اثر کرے گی اور دل میں اترے گی بلکہ منصفین کا قلم بھی آپ کو زیادہ سے زیادہ نمبر دینے پر مجبور ہو گا اور مقابلہ میں آپ یقیناً اچھی پوزیشن کے حقدار ٹھہریں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں میں بھر پور اضافہ فرمائے اور مقابلہ کی روح کو سمجھتے ہوئے علمی مقابلہ جات میں شرکت کی توفیق بڑھاتا رہے اور جس مقصد کے لئے یہ مقابلہ جات کروائے جاتے ہیں ان کو پورا کرنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین

تری زمیں سے اٹھیں گے تو آسماں ہوں گے
ہم ایسے لوگ زمانے میں پھر کہاں ہوں گے
چلے گئے تو پکارے گی ہر صدا ہم کو
نہ جانے کتنی زبانوں سے ہم بیاں ہوں گے
ابراہیم اشکؔ

زاوية العرب

Photo by Daniel Seßler on Unsplash.com

☐ آية قرآنية ”المجرمون الذين لا يوقنون في دار الاختيار، لا بد ان يوقنوا في الآخرة في موقف رهيب فيدركوا اهمية عمل صالح خسروا العمل به حتى لو كان صغيرا لينقذهم مما كسبت ايديهم“

وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَا كِسُو رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ۔ (السجدة 13-14)

☐ حديث شريف ”من علامات محبة الله ان الانسان يديم ذِكر الله“

{حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بن اَبِي يَحْيَى الْحَضْرَمِيُّ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن اَيُّوبَ بن عَافِيَةَ بن اَيُّوبَ، حَدَّثَنَا جَدِّي عَافِيَةُ بن اَيُّوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بن صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بن جُبَيْرِ بن نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ مُعَاذِ بن جَبَلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الأَعْمَالِ اَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى؟ قَالَ: ”اَنْ تَمُوتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللهِ“}

(المعجم الكبير للطبراني)

من كلام الامام عليه السلام "كثرة الذنوب وعلاجها"

كذلك تُرتكب انواع الفواحش والخبائث. باختصار، ان طوفان الذنوب هائج في العالم، وكأن سدّ نهرٍ قد انهار. السؤال الآن هو: هل من سبيل الى درء الذنوب الزاحفة كالديدان؟ هل هناك سبيل الى زوال هذه المصيبة وتنقية العالم الذي مُلئ بالخبث وسم الذنوب واللعنة؟ تشعر جميع الأديان والملل تقريبا بهذه القضية وتذكر حلا ايضا لاجتناب الذنوب، ولكن يتبيّن بالتجربة انه ليس لدى احد ترياق هذا السم، بل الحق ان المرض تفاقم اكثر نتيجة استخدام علاجهم ولم يتضاءل.

نذكر على سبيل المثال المسيحية التي جعلت الايمانَ بكفارة المسيح مدار علاج الذنبِ فيقولون بأن لعنة مسيحهم -الذي علِّق على الصليب بيد اليهود وصار ملعونا- قد باركتهم. هذه فلسفة غريبة لا تُعقل في اي زمن او حقبة. كيف يمكن ان تكون اللعنة سببا للبركة؟ كيف يمكن ان يتسبب موت احد حياة الآخر؟ لن نرى حاجة لنختبر هذا العلاج الذي يصفه المسيحيون على محك الأدلة العقلية ان راينا ان الذنب انعدم في العالم المسيحي على الأقل ولكن عندما نرى انهم يعيشون عيشا احط من البهائم نستغرب اكثر على هذا الطريق لدرء الذنب، ونضطر للقول بأنه كان من الأفضل لو لم توجد الكفارة اصلا، لأنها قد اسالت من الاباحية انهارا. ثم لا علاقة لها بالعفو عن الذنوب قط.

كذلك السبل الأخرى التي اوجدها الآخرون للنجاة من الذنب لم تقضِ على حياة الذنب. وقد لوحظ ايضا ان قوما اشرارا وخطائين لم يرتدعوا حتى بعد رؤية المعجزات والنبوءات. وهل كانت معجزات موسى عليه السلام قليلة؟ الم ير بنو اسرائيل آيات بيّنات؟ ثم اخبروني هل نشأت التقوى وخشية الله والحسنة الكاملة التي ارادها موسى؟ صار اولئك القوم في نهاية المطاف مصداق: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (البقرة 26)، ثم انظروا الى الذين شاهدوا معجزات المسيح عليه السلام الى ايّ مدى كانت فيهم الحسنة والتقوى ومراعاة مبادئ الاخلاص؟ فقد قام احدهم وتسبَّب في القاء القبض عليه قائلا: يا ربي سلام عليك، ولعنه آخر قدامه. فبالنظر الى هذه الأمور ينشأ سؤال: ما الذي يمكن ان يمنع الانسان من الذنب في الحقيقة؟

انني ارى ان خوف الله خشيته تقضي على حياة الانسان الآثمة. عندما يتولد الخوف الحقيقي في القلب تنشأ فيه الرغبة في الدعاء. الدعاء شيء يجبر النقص الناتج عن ضعف الانسان لذا لا بد من الدعاء. لقد وعد الله تعالى ايضا: ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ يخطئ الانسان احيانا حين يظن انه دعا الى مدة طويلة لهدف معين ولكنه لا يتحقق فيقلق، بينما كان عليه الا يقلق بل يجب على الطالب ان يكون صبورا محتملا. الدعاء يُقبل ولكن الانسان لا يكون مطلعا احيانا على العاقبة والنتائج. والله الذي يعلم الغيب يقدّر له الأنسب. الانسان قليل الفهم فيظن ان دعاءه لم يُقبل مع انه كان الأنسب في علم الله الا يُقبل بذلك الأسلوب بل بأسلوب آخر. ومَثله كمثل طفل يطلب جذوة نار من امه فهل ستعطيه الأم اياها؟ كلا. كذلك حال الدعاء. باختصار يجب على الانسان الا يملّ من الدعاء. الدعاء يهب الانسان من الله تعالى نورا وقوة يتغلب بهما على السيئة.

(الملفوظات، مجلد3)

في رحاب التفسير

(من التفسير الكبير لحضرة الحاج مزرا بشير الدين محمود احمد رضى الله عنه ، الخليفة الثاني للمسيح الموعود عليه السلام)

كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ـ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ

(العلق61-71)

شرح الكلمات:

لَنَسْفَعًا: (اصلُه لَنَسْفَعَنْ)، وسَفَعَ الشيءَ: اَخَذَه وجَرَّه بشدّة. (الأقرب)

الناصية: قُصاصُ الشَّعرِ، اي حيث تنتهي نَبْتَتُه مِن مَقْدَمِه. وقيل الناصية: مُقدَّمُ الراسِ. (الأقرب)

التفسير:

اي لن يكون كما ترون. تظنون انكم ستقدرون على منع عبدنا من العبادة باعتباره ضعيفًا عديم الحيلة والأعوان. كلا، هذا لن يحدث ابدًا. سوف نخيّب آمالكم، ونكسر كبرياء كم وقوتكم، ونعلن اليوم انه اذا لم يرتدع من تعتبرونه مَلِكًا وسيدًا لكم عن شروره فسوف ننتقم منه ونجرّه بشدّة.

كان من داب الكفار ان يبطشوا بالعبيد المسلمين اذا خرجوا للصلاة او غيرها ويجرّوهم من ارجلهم او شعر رؤوسهم بقسوة، ويقولوا لهم: لماذا تعبدون الله معرضين عن الأصنام؟ وفي زمن الفتوحات الاسلامية، كشف عن ظهره صحابيٌّ تعرّضَ لاضطهاد الكفار زمنًا طويلا، فأذهل الناس منظر ظهره، اذ كان جلده قد اصبح كجلد الجاموس، فظنوا انه مصاب بمرض، فلما سألوه عن السبب قال ضاحكا: انه ليس مرضا، بل هي آثار الظلم الذي قد صبّه عليّ كفار مكة. كنا عبيدا عندما اسلمنا وكان قانون البلد يخوّل اسيادنا ان يعاملونا كما يشاءون، فلما اصررنا على ان لا نشرك بالله احدا، ربطوا ارجلنا بالحبال وجرّونا من ارجلنا واحيانًا من شعرنا بقسوة، في الشوارع المليئة بالحجارة والحصوات غير مكترثين لمعاناتنا حتى تمزقت جلودنا، وتكرار هذه المظالم افسد جلودنا وصارت كما ترون اليوم. (الطبقات الكبرى: في ذِكر خبّاب بن الأرت)

وكأن الله تعالى قد اشار هنا سلفًا الى الأحداث التي كان سيتعرض لها المسلمون في شوارع مكة، حيث اخبر ان الكافرين يمنعون اتباع محمد ﷺ من العبادة فقط اليوم، وسيأتي يوم يجرّونهم فيه في شوارع مكة حتى تتمزق جلودهم، فيا محمد قُلْ لصاحب النفوذ والقوة منهم والذي يتباهى بقوته انه اذا كان يعرف كيف يجرّ المسلمين فنحن ايضا نعرف كيف نجرّه. ولسوف نجرّه بشدة من ناصيته. اذا كان هؤلاء يجرّون الناصية التي تسجد امام الله تعالى، فلماذا لا نجرّ الناصية الكاذبة الخاطئة. اذا كانت الناصية التي تعبد الله وحده يمكن ان تُجَرّ، افلا تستحق الناصية التي تخرُّ امام الأصنام ان تُجَرَّ؟

وبالفعل نرى ان الله تعالى قد عامل ابا جهل هكذا تماما، فلما انتهت معركة بدر اخذ المسلمون جثة ابي جهل من شعره والقوه في الحفرة التي أُعدّت قبرًا له، عملاً بقول الله تعالى {لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ * نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ}. (الرازي)

سيقول البعض ان جرَّ الميت من شعره عمل وحشيّ، ولكنه ليس كذلك، بل كان انتقامًا لتلك المظالم التي صُبَّت على المسلمين. والحق انه كان انتقامًا بسيطًا جدًا، اذ كان الكافرون يجرّون المسلمين وهم احياء ويعذّبونهم تعذيبًا شديدًا، اما ابو جهل فجُرَّ ميتًا دون ان يشعر بالعذاب.

رايت ذات مرة في الرؤيا انّ قائدًا انجليزيًا جاءني وقال ما هي فتواك؟ هل جزاء القاتل القتل ام يمكن ان يعاقَب بعقوبة اخرى؟ ثم قال حين يُقتَل بعض رجالنا في منطقة "سَرْحَد" تُحرق جثثهم بوضعهم في الجص،

او يقتلون بأنواع العذاب الأخرى؛ فهل يعاقب قاتلهم بالقتل ام يمكن ان يقتل بطريقة فيها تعذيب زائد. فقلت لهم ان القرآن الكريم قد بين القاعدة القائلة: جزاءُ سيئةٍ سيئةٌ مثلها، فانما فتواي هي ان القتل بالقتل والتعذيب بالتعذيب. لا شك ان عقوبة القاتل هي القتل في الحالة العادية، ولكن لو تقرّرَ قتلُ القاتلِ بتعذيبٍ لمصلحةٍ ردعًا للأعداء من التعذيب والشرّ، فهو جائز تماما.

لا شك ان الذين لم يتدبروا ظروف ذلك العصر بجدية يقولون احيانا ان جرَّ الميت من شعره والقاءه في الحفرة عملية قاسية جدًا، ولكنهم يتناسؤن انّه لم يُجَرَّ هنا من شعره الا الميت ومرة واحدة فقط، اما الكافرون فظلّوا يجرّون المسلمين الأحياء على الحجارة سنوات وسنوات. وليس هذا فحسب بل جرّوها مرة بعد اخرى وجروحهم لا تزال غير مندملة. ثم انهم ما كانوا يجرّونهم على الحجارة فقط، بل كثيرا ما كانوا يضعون على صدورهم حجارة ثقيلة، ثم يقفون عليها ويرقصون ويقولون لهم: آمِنوا باللات والعزى. هذا هو الأمر الذي جعل الرسول صلى الله عليه وآله وسلم ذات مرة يثني على بلال خيرًا حيث قال: ان الله ليفرح بقول بلال في اذانه: "اسهد الا اله الا الله" بدلاً من "اشهد الا اله الا الله". ذلك ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم لما هاجر الى المدينة اذَّن بلال - رضي الله عنه -، فضحك الذين لم يعرفوه حين قال "اسهد الا اله الا الله" بدلاً من "اشهد الا اله الا الله"، اذ كان حبشيًا ولم يستطع نطق الشين صحيحًا. فبلغ ذلك النبيَّ صلى الله عليه وآله وسلم فقال: يضحك الناس على لكنة بلال، ولكن الله تعالى يفرح على عرشه حين يسمعه ينطق السين مكان الشين! ولم يكن سبب ثناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم على بلال الا لأن كفار مكة كانوا يضعون على صدره حجارة كبيرة ويأمرونه ان يشهد بأن اللات ومناة والعزى آلهة حقًّا، فكان بلال لا يسكت على ذلك، بل كان يعلن من تحت الحجارة وهو في اذى شديد: "اسهد الا اله الا الله". فنطقُه الشهادة بالسين بدل الشين من تحت الحجارة جعل النبيَّ - صلى الله عليه وسلم - يقول ان الله تعالى يفرح على عرشه حين يقول بلال: "اسهد الا اله الا الله"، لأنه تعالى قد سمع منه هذا الكلام حين كان يئنّ تحت الحجارة او يُجَرّ في شوارع مكة. فكان الله تعالى لا يفرح لمجرد اذان بلال، بل بسبب نطقه من تحت الأحجار: "اسهد الا اله الا الله".

ولهذا السبب قال الرسول صلى الله عليه وآله وسلم: انكم تنظرون الى السين التي ينطقها بلال اليوم، لكن الله تعالى ينظر الى السين التي كان ينطق بها وهو تحت الحجارة، ولذلك يفرح الله على عرشه بسماع صوته حين يقول في اذانه: "اسهد الا اله الا الله".

كيف يمكن لمن يأخذ هذه الظروف في الحسبان ان يتجاسر على القول ان القاء المسلمين جثة ابي جهل في الحفرة آخذين اياه من شعر راسه ظلمٌ ووحشية؟! ارى ان المؤرخين الذين يتهمون الرسول صلى الله عليه وآله وسلم بالوحشية لا يفكرون في الأمر الواقع، ولو انهم تصوروا تلك المظالم واضعين آباءهم وازواجهم واولادهم مكان المسلمين فلن يعتبروا ايّ فعل للرسول صلى الله عليه وآله وسلم ظلمًا، بل سيضطرون للقول انه ﷺ قد عاملهم بغاية اللطف. انظروا كيف ارتكب الأوروبيون ابشع الجرائم بعضهم ضد بعض في الحرب العالمية الثانية، وكيف انتقموا من اعدائهم بظلم ووحشية، وذلك رغم انّ اهل هذا العصر يظنون انهم قد بلغوا ذروة التمدّن والتحضّر. اما المسلمون فلم يظلموا احدا، وانما القوا بعض الجثث في الحفرة آخذين اياها من نواصيها يوم بدر، وهم القوم الذين آذوهم في شوارع مكة على رمال محرقة وحجارة صلبة لسنوات طويلة.

فالله تعالى يعلن هنا ان هؤلاء القوم يجرّون عبادنا من نواصيهم اليوم، ونحن ايضا سنجرّهم من نواصيهم في يوم من الأيام، ولكن ليس ظلمًا، بل {لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ * نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ}. سنجرّ الناصية التي هي كاذبة خاطئة. وعقاب المجرم ليس ظلمًا حتى تقولوا لماذا جُرَّ هؤلاء من نواصيهم. انهم يُجَرّون من نواصيهم لأنهم مجرمون خاطئون، ليس في الدنيا قانون يعتبر عقوبة المجرم ظلمًا.